اسلام اور تفریحات

قسط اول

مولانا مفتی نعمت اللہ حقانی

مدرس جامعہ المرکز الاسلامی بنوں

اسلام ایک مستقل دین اور مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق بہترین تعلیمات اور رہنما ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں سے تفریحات بھی ایک شعبہ ہے، اسلام اس کے حوالے سے جائز تفریحات کے اجازت دیتا ہے۔ چونکہ آج کے دور میں لوگوں نے تفریح کو زندگی کا ایک مستقل مشغلہ بنالیا ہے یہاں تک کہ فرائض شرعی اور ضروریات زندگی بھی اس محبوب مشغلے کے نذر ہوجاتے ہیں۔

ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس موضوع کے متفرق انواع میں جائز وناجائز، حرام ومکروہ، پسند اور ناپسند، مباح اور خلاف اولی کے تمیز کرکے اس کا شرعی حکم واضح کیا جائے۔

درج ذیل میں ہم قارئین کیلئے مذکورہ مقالے کی پہلی قسط پیش کرتے ہیں، امید ہے حظ وافر حاصل کریں گے۔ (ادارہ)

فہرست ذیلی عنوانات مقالہ

(1) اسلام اور فطری تقاضے

(2) تفریحات کے بارے میں اصولی ضابطہ

(3) اسلامی کھیل اور لہو ولعب

(4) لہو ولعب کی تعریف

(5) اسلامی کھیل کا قرآن مجید سے ثبوت

(6) مباح کھیل کے جواز پر عقلی دلیل

(7) اسلام اور تفریحی شعر وشاعری

(8) شعر محمود اور اس کے حدود جواز

تمہید:-

اسلام دین فطرت ہونے کے اعتبار سے نوع انسانی کیلئے مکمل ضابطہ حیات ہے اور زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ انسانی زندگی میں تفریحات کا بھی ایک مقام ہے۔ اس سے آدمی فرحت اور خوشی محسوس کرتا ہے۔ تفریح کا ایک بڑا ذریعہ کھیل کود ہے ہر قوم کے مخصوص کھیل کود ہوتے ہیں اب تو بعض کھیل بین الاقوامی حیثیت اختیار کر چکے ہیں خصوصاً بچوں کو کھیل کود سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے یہ ان کی عمر کا ایک فطری تقاضا ہے لیکن اس میں زیادہ شغف اور انہماک سے زندگی کے اعلیٰ مقاصد نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اسلئے بہت سے لوگ کھیل کو پسند نہیں کرتے اور بچوں کو باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں' لیکن بچوں کو کھیل کود کرنے کا موقع دینا چاہئے کیونکہ اس سے صحت اور تندرستی پر خوشگوار اثرات پڑتے ہیں، جو بچہ کھیل سے دور رہتا ہے یا دور رکھا جاتا ہے اسکی صحیح نشو ونما نہیں ہو پاتی وہ کمزور صحت کے ساتھ میدان عمل میں آتا ہے اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بچہ بہت سی باتیں اپنے ہمجولیوں کے ساتھ کھیل کود میں سیکھتا ہے اس میں صبر نظم وضبط جرأت اور مسابقت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے یہ چیز کسی اور ذریعہ سے مشکل ہی سے پیدا کی جاسکتی ہے۔

اسلام اور فطری تقاضے :-

حقیقت یہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہونے کے اعتبار سے اسلام انسانوں کی فطرت اور طبائع کا پورا پورا لحاظ کرتا ہے اور وہ انہیں عبادات وفرائض کے ساتھ ساتھ تفریحی مشاغل کی بھی حدود کے اندر اجازت دیتا ہے۔

دنیا سے مکمل احتراز ناممکن ہے، بلکہ حسب ضرورت اس سے تمتع جائز ہے اسلئے کہ دنیا کی نعمتیں اور چیزیں خالق کائنات نے فضول ہی پیدا نہیں کی ہیں کہ انہیں ضائع کر دیا جائے، بلکہ اسلئے پیدا کی ہیں کہ انسان اس سے فائدہ اٹھائے اور ان نعمتوں سے سرشار ہو کر اپنے مقصد، عبادت الٰہی اور اعلائے کلمۃ الحق کی تکمیل کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (البقرہ۲۹) اور وہی خدا ہے جس نے تمہارے لئے جو کچھ بھی زمین میں ہے پیدا کیا ان چیزوں کو استعمال میں لانے اور انہیں ضیاع سے بچانے کیلئے انسان میں ایسے مطالبات رکھے گئے ہیں کہ وہ لازماً انھیں استعمال کرے اور انسانیت ارتقاء کی راہ پر گامزن ہو جائے ظاہر ہے کہ اگر انسان میں بھوک' پیاس' شہوت' وآرام' تفریحات وتسکینات حسن وجمال' کی چاہت اور مال ودولت کی محبت نہ ہوتی تو یہ کائنات اجڑ کر رہ جاتی، اس لئے کہ انسانی جسم روح اور مادہ سے مرکب ہے اور یہ دونوں لازم وملزوم ہیں صرف روح کو پالنا اور مادیت کو چھوڑ نا رہبانیت ہے جبکہ دوسری طرف مادیت پر چلنا اور روحانیت کو چھوڑنا نفس پرستی ہے اور یہ دونوں شریعت میں ناجائز ہیں بلکہ شریعت مدنیت اور معاشرت صالحہ کی داعی اور خواہاں ہے اسلام میں فطری تقاضوں کی تکمیل کے لئے ہر اس چیز کا استعمال اور ہر وہ طریقہ اختیار کرنا حرام ہے جو انسان کے مقاصد زندگی سے ٹکراتا ہو اور جو احکام الٰہی کے خلاف ورزی اور معاشرے میں خرابی پھیلانے کا باعث بن جائے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اور زندگی کی ہر شعبے کے بارے میں اس نے واضح ہدایات دی ہیں، چنانچہ اسلام کی اپنی جداگانہ، معاشی، سیاسی، معاشرتی، دینی، سماجی اور اخلاقی تعلیمات ہیں، جن کا رنگ دنیا کے تمام دوسرے طرز ہائے زندگی سے مختلف ہے ان تمام شعبوں کی تعلیمات

واحکام کا مجموعہ ہی درحقیقت کامل اسلام کا روپ دھارتا ہے اور کسی شعبے کی بھی کسی بنیادی تعلیم کو نظرانداز کرنا تمام شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کرتا ہے، اب یہ کہ ان فطری تقاضوں کی تکمیل کیلئے کسی بھی ایسے فعل کو اختیار کرنا جائز نہیں جو اسلام کے بیان کردہ مختلف شعبہ ہائے زندگی کے بنیادی اصولوں سے ٹکراتا ہو اور جس سے اسلامی طرز زندگی میں بگاڑ پیدا ہونے کا خدشہ ہو یہ تو مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک مکمل ضابطہ حیات وہی ہوسکتا ہے جس میں انسانی طبیعت کے مطابق فرحت ونشاط کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہو، اسلئے اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ سامان تفریح انسان کی قوت کار میں اضافہ کا ذریعہ بنتے ہیں اور ایک تھکے ماندے شخص میں عمل کی نئی روح پھونکتے ہیں اسلام نے اسی قسم کی تفریح کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ہدایت دی ہے ارشاد گرامی ﷺ ہے **روحوا القلوب ساعة فساعة اخرجه ابو داؤد فی مراسیله عن ابن شهاب مرسلا** (الجامع الصغیر) دلوں کو وقفہ بوقفہ آرام دیا کرو۔

اور اسی طرح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا هل كان معكم من لهو فان الانصار يحبون اللهو (راوہ الحاکم) اسی طرح حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے **القلب يمل كما تمل الابدان فاطلبوا لها طرائق الحكمة** دل تھک جاتا ہے جیسا کہ بدن کو تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے اس تھکاوٹ کے ازالے کیلئے حکمت کے راستے تلاش کرو اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اس نے قرآن اور سنت میں زیادہ باتیں شروع کرنے لگے تو جو اسکے پاس تھے ان کو کہا احمضوا بنااى غوصوا فى الشعر و الأحبار ہمیں کچھ شعر اور اخبار سنا دیجئے

تفریحات کے بارے میں اصولی ضابطہ :-

یہ بات بخوبی واضح ہے کہ انسان کے لئے معاش میں تمرین بدن اور تفریح طبع وقفہ بوقفہ ضروری ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کھیل کسی دینی یا دنیاوی مقصد کے لئے جبکہ حدود شریعت میں ہو جائز اور مباح کے درجہ پر فائز ہے جیسا کہ احادیث میں سباحت رمایت انتصال بالقوس گھوڑ دوڑ میں مسابقہ اور ملاعبۃ مع الاہل، مروی ہے، علماء احناف کے نزدیک اس باب میں ضابطہ یہ ہے کہ لہو مجرد جس کے تحت کوئی فائدہ اور غرض صحیح فی المعاش نہ ہو تو اس طرح کھیل حرام یا مکروہ تحریمی ہے وعلیہ الاجماع اور جس کھیل میں غرض صحیح فی المعاش اور مصلحت دینی یا دنیوی ہو تو اسمیں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس کے ممانعت پر کتاب وسنت اور فقہ اسلامی سے نہی وارد ہو تو اس قسم کا کھیل حرام ہے، مثلا نردشیر وغیرہ اور اس قسم کے کھیل کی حرمت کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں

(۱) اسمیں ستر کھولا جاسکتا ہو

(۲) اس کھیل میں کفار کی نقالی کی جارہی ہو

(۳) مرد وزن کا مخلوط اجتماع ہو

(۴) موسیقی کا اہتمام کیا گیا ہو

(۵) حقوق واجبہ او رفرائض لازمہ سے غافل کرنیوالا ہو۔

اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس پر مستقل باب قائم کیا ہے فرماتے ہیں کل لھو باطل اذا شغله عن طاعة الله یعنی ہر وہ کھیل جب انسان کو اللہ تعالی کے ذکر سے غافل کردے تو وہ باطل ہے یعنی گناہ ہے حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ کوئی بھی شخص کسی ایسی چیز میں ایسی مشغولیت اختیار کرے کہ اسکے وجہ سے فرائض کی ادائیگی میں غفلت پیدا ہو جائے خواہ وہ چیز شرعاً جائز ہو یا ناجائز مثلاً کوئی شخص عمداً نفل نماز، تلاوت قرآن، ذکر اللہ یا کتاب اللہ میں ایسی مشغول ہو جائے کہ فرض نماز بھی قضاء ہو جائے تو یہ بھی لہو میں داخل ہوگا (فتح الباری ج:۱۱ص/۹۱)

(٦) یا وہ کھیل جوا اور قمار پر مشتمل ہو وہ اگر فی نفسہ جائز ہو لیکن جوئے اور قمار کے وجہ سے ناجائز ہوگا (۲) دوسرے قسم وہ کھیلیں ہیں جس پر نہی کتاب وسنت سے وارد نہ ہو تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ان میں مشغولیت بہ نیت تلھی اور تلعب ہو اور محض وقت گذارنے کیلئے ہو تو یہ بھی حرام اور ناجائز ہوگا اسلئے کہ یہ زندگی کے قیمتی لمحات کو ایک لغو کام میں ضائع کرنا ہے اور اگر جلب منفعت اور حصول مصلحت کے بنیاد پر کھیلا جائے تو یہ مباح بلکہ کبھی مستحب کے زمرے میں شمار ہوتا ہے اور اسکی کئی صورتیں ہیں' مثلاً وہ کھیل کسی نیک کام کیلئے معاون اور مساعد ہو جیسے جسمانی ورزش اور تمرین بدن کے بنیاد پر کھیلا جائے تاکہ دشمن کے مقابلے میں خوب لڑ سکے یا ہتھیاروں کا مقابلہ اور پیدل گھوڑ دوڑ یا بدن کی تھکان دور کرنے کے لئے ہو بشرطیکہ ان میں غلو (حدود سے تجاوز) نہ کیا جائے کہ انھیں مشغلہ بنالیا جائے اور ضروری کاموں میں ان سے حرج پڑے تو ایسا کھیل شرعاً مباح ہے وار اگر دینی ضرورت کی نیت سے ہو تو باعث ثواب بھی ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ کھیل کود نہ مطلقاً جائز ہے اور نہ علی الاطلاق ممنوع ہے روایات حدیث اور فقہاء امت کے نصوص کھیل کے بارے میں مذکورہ چھ شرائط میں سے ایک کی موجودگی میں بھی اسکو ممنوع قرار دیتے ہیں اور اسکے نہ پائی جانی کی صورت میں جائز قرار دیکر مباح شمار کرتے ہیں (اقتباس از تکملہ فتح الملھم ج:۴، ۴۳۵)

اسلامی کھیل اور لہو ولعب :-

لعب کی تعریف :- قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے (انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو) لعب کہتے ہیں ایسے کام کرنا اور ایسی حرکتیں کرنا جو بیکار ہوں جیسے بچے کرتے ہیں، بچوں کی عادت کیا ہوتی ہے؟ کچھ توڑ دیا کچھ پھوڑ دیا، ادھر سے ادھر کردیا۔ بچپن کے جو کھیل تماشے ہوتے ہیں اس کو لعب کہتے ہیں۔

لہو کی تعریف :- پھر اس کے بعد اس سے بڑی عمر آتی ہے' بچے کھیل کود کے میدان میں نظر آتے ہیں' جوانی کا جوش ہوتا ہے ان کے کھیل میں مستی آجاتی ہے' اسکو (لہو) کہتے ہیں ان میں جسمانی ورزش مقصود ہوتی ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو۔

اسلامی کھیل کا قرآن مجید سے ثبوت :-

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اس ارشاد باری تعالی کے تحت فارسله معنا غداً یرتع ویلعب (سورہ یوسف) فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ سے سیر وتفریح اور آزادی سے کھانے پینے کھیلنے کودنے کی اجازت مانگی گئی، حضرت یعقوبؑ نے ان کو اس کی کوئی ممانعت نہیں فرمائی صرف یوسفؑ کو ساتھ بھیجنے میں تردد کا اظہار کیا جو اگلی آیت میں آئے گا اس سے معلوم ہوا کہ سیر وتفریح کھیل کود جائز حدود کے اندر مباح ہیں

احادیث صحیحہ سے بھی اسکا جواز معلوم ہوتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کھیل میں کسی ناجائز فعل کی آمیزش نہ ہو (معارف القرآن)

مباح کھیل کے جواز پر عقلی دلیل :-

کھیل اور تفریح سے دل کو راحت ملتی ہے اور فکر کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے اگر دلوں سے زبردستی کام لیا جائے تب بھی کام دیں گے ان کو راحت دینے سے اس بات کی اعانت ہے کہ اچھی طرح محبتؐ کے ساتھ یوں جیسا کہ تعطیل یوم الجمعہ سے جمل پر اعانت ہوتی ہے اور کھیل محنت اور جدو جہد پر اعانت کرتا ہے تو عقل بھی اس کی متقاضی ہے کہ جو کھیل تھکاوٹ اور ماندگی کو دور کریں وہ ممنوع نہ ہوگا۔

اسلام اور تفریحی شعر وشاعری کا مقام:-

نصوص قرآنی اور فرمودات نبویؐ کی روشنی میں شعر کی دو قسمیں ہیں محمود اور مذموم شعر مذمون کے بارے مین قرآن میں ارشاد باری تعالی ہے والشعر آء یتبعھم الغاون (سورۃ الشعرآء)اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں یعنی شاعر نے جو مضمون پکڑ لیا اسی کو بڑھاتے چلئے گئے کسی کی تعریف کی تو آسمان پر پہنچادیا، مذمت کی تو ساری عیوب اسمیں جمع کردیئے موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرتا ہے ان کے باتیں ہاتھ کا کھیل ہے غرض جھوٹ، مبالغہ اور تخیل کے جس جنگل میں داخل ہوگئے پھر مڑ کر نہیں دیکھا اسلئے شعر کی نسبت مشہور ہے (اکذبہ احسنہ) اسلام اکثر فنون لطیفہ عموماً شعر وشاعری کا زیادہ قدر دان نھیں ہے اور نہ شاعروں کی ہمت افزائی کرنا چاہتا ہے، اسلئے کہ عام شاعری میں بجز خیال آرائی اور مبالغہ آمیزی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، اسی حوالے سے صاحب تفسیر احمدی فرماتے ہیں قولہ اعلم ان الآیات الدالۃ علی تقبیح الشعر اکثر من ان یحصی اسی طرح دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے وما علمنٰہ الشعر ومایـنبغی لـہ (سورۃ یٰس) ترجمہ: اور ہم نے ان کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ ان کے شایان شان ہے اس آیت کے تحت صاحب روح المعانی فرماتے ہیں (قولہ وفی الآیۃ غضاضۃ الشعر وھی ظاھرۃ فی انہ ﷺ لم یعط طبعیۃ شعریۃ اعتناءً بشانہ روح المعانی ج ۲۲ ص ۴۷) یہ ایت شعر کی قباحت پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ حضور ﷺ کو شاعرانہ مزاج نہیں عطا کیا گیا تھا۔

اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے عن سعدؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لأن یمتلیء جوف احدکم قیحاً یـریـہ خیـرٌ من ان یمتلیٔ شعراً (رواہ مسلم) ترجمہ حضرتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپ میں کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہاں تک کہ اس کے پھیپھڑے تک پہنچ جائے یہ اس کے حق میں بہتر ہے کہ اپنا پیٹ شعر سے بھر لے۔

اس حدیث اور آیات مذکورہ بالا کے رو سے شعر مذموم کے مواقع حسب ذیل ہیں

(۱) کہ شعر گوئی یا شعر خوانی میں ایسا مصروف ہو جائے کہ علوم شرعیہ، فرائض لازمہ اور حقوق واجبہ کی ادائیگی کے لئے فرصت نہ پاوے تو ایسے شعر کا سننا اور پڑھنا جائز نھیں ہے

(۲) وہ شاعری جو زمانہ جاہلیت کے احساسات اور جذبات سے سرشار ہو، (۳) جس شعر میں کسی کی غیبت کی گئی ہو یا کسی پر بہتان لگائی گئی ہو یا کسی حرام فعل پر اکسایا گیا ہو شراب وکباب کی ترغیب کی گئی ہو، عورتوں کے حسن وجمال بیان کر کے شہوت کو ابھارا

گیاہو رسول اللہ ﷺ یا آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں کوئی ناروابات کہی گئی ہو یا اس قسم کے اور ناجائز بات اس میں پائی جاتی ہو تو اسے سننا بالاتفاق حرام ہے(۴) جائز اشعار بھی ساز وسرود کے ساتھ پڑھے جائیں تو موسیقی کے وجہ سے ناجائز ہوگا(۵) اسی طرح وہ اشعار جن میں ذاتی پسند وناپسند کی بنیاد پر کسی کی مدح اور مذمت کی گئی ہو اور غلو اور مبالغہ آرائی سے لبریز ہو اور شاعرانہ تخیلات میں جھوٹ سچ کے قلابے ملائے گئے ہو اگر ساز وسرود کے بغیر بھی پڑھی جائیں تب بھی ناجائز ہیں (اسلام اور موسیقی مئولفہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ ۲۸۷)

شعر محمود اور اسکے حدود جواز:-

عن ابی مالک قال قال رسول اللہ ﷺ ان من الشعر حکمۃ: ترجمہ حضرت ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض اشعار حکمت والے ہوتے ہیں (سنن ابی داؤد ۵۰/۷)

عن عمر و بن الشر ید عن ابیه قا ل رد فت رسول الله ﷺ یو ماًفقال هل معک من شعر امیة بن الصلت شیئا قلت نعم قال هیه فانشدته بیتاً فقال هیه ثم انشدته بیتاً فقال هیه حتی انشدته مائة بیت عمرو بن شرید سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار ہوا ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا پڑھ! میں نے ایک بیت پڑھی آپ ﷺ نے فرمایا: اور پڑھ یہاں تک کہ میں نے سو بیتیں پڑھیں۔امام نوویؒ نے فرمایا ہے اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امیہ بن الصلت کے اشعار پسند فرمائے اور زیادہ پڑھنے کی خواہش کی حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے الشعر بمنزلة الکلام حسنه کحسن الکلام وقبیحه کقبیح الکلام شعر کلام کی طرح ہے اچھا شعر اچھی کلام کی طرح ہے اور برا شعر برے کلام کی طرح ہے مسند احمد ۸۱/۴) خود حضور ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ کیلئے مسجد میں منبر رکھتے تھے جس پر وہ کھڑے ہوکر رسول اللہ ﷺ کی بزرگی اور تعریف میں اشعار پڑھا کرتے تھے حضرت حسان بن ثابتؓ کے علاوہ اور بھی کئی حضرات تھے جو دعوت اسلامی کے شجرہ طیبہ کو اپنے خون جگر سے سینچ رہے تھے وہ جان ومال اور زبان کی قوت سے کفار ومشرکین کے مقابلہ میں پیش پیش تھے۔

حضور ﷺ خالص اسلامی شاعری کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے جو حقائق اور صداقتوں پر مبنی ہو اور اسطرف قرآنی نص بھی اشارہ کرتا ہے(قوله تعالی وذکروا الله کثیرا) اسلامی جوش پیدا کرنے والی نظمیں اور اسکی عصبیت کو اٹھانے والے جن کے ذریعہ اللہ تعالی اور اسکے رسول ﷺ کی عظمت کا سکہ دلوں پر بٹھایا جارہا ہو اور خوف الٰہی اور رجا کی مہریں ذہنوں پر ثبت کی جارہیں ہوں دین کے تقاضوں سے واقف کیا جارہا ہوں اور دشمنان دین کے ناپاک عزائم کا جواب دیا جارہا ہو(۲) عورت یا امرد کی آواز سے نہ ہو ۳) حکیمانہ مضامین اور وعظ ونصیحت پر مشتمل ہو پاکیزہ طریقہ اور حسن آواز سے جائز طور پر لذت یاب ہونے کی خاطر جبکہ اسکا مقصد کوئی اختلاف لہوولعب اور ترک حدود نہ ہو تو اس قسم کی شاعری نہ صرف جائز اور محمود ہے بلکہ تبلیغ اسلام اور دعوت دین ہونے کی حیثیت سے ایک اہم ترین فریضہ حق کی ادائیگی ہے شاعر دربار نبوت سے لیکر مولانا رومؒ اور پھر اقبالؒ اور جوہر وا کبر کی شاعری بھی اسی طبقہ میں آتی ہے (تفسیر ماجدی)

تفریح طبع کے لئے فرصت میں اچھی اشعار سنانا :-

تفریح طبع کیلئے اچھے اشعار جائز ہے۔ لیکن اس میں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ جس طرح عورت کو چاہئے کہ غیر محرم کے کان میں اسکی آواز نہ پڑے اسی طرح مرد کو چاہئے کہ خوش آوازی سے غیر عورتوں کے روبرو اشعار پڑھنے سے گریز کریں، اب عنوان کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کے دور کے چند نمونے نذر قارئین ہیں۔

حضور کے دور کی شعر وشاعری کے چند نمونے :-

(۱) حضرت براءؓ بن عازبؓ سے روایت ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر حضور اقدس ﷺ خندق سے مٹی منتقل کر رہے تھے آپ کا پیٹ مبارک مٹی سے اٹا ہوا تھا اور زبان مبارک پر یہ شعر تھی

و الله لولا الله ما اهتدينا	ولا تصدقنا ولا صلينا
فا نزلن سكينة علينا	وثبت الا قدام ان لاقينا
ان لاولى قد بغوا علينا	اذاارادوا فتنة ابينا

ترجمہ: اللہ کی قسم اگر اللہ کی ذات کی راہنمائی نہ ہوتی، تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، نہ خیرات کرتے نہ نماز پڑھتے۔ اے اللہ ہم پر سکینہ نازل فرما، اور کافروں سے جنگ میں ثابت قدم فرما۔ ان کافروں نے ہم پر چڑھائی کی ہے۔ اگر یہ لوگ ہمیں فتنوں میں مبتلا کرنے کریں گے تو ہم انکار کریں گے حضور اکرم ﷺ جب ان اشعار کے آخر پر پہنچے (ابینا) تو آوز بلند کر کے فرمایا (ابینا)

(۲) حضرت خواتؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروقؓ کے ہمراہ ایک قافلہ میں حج کیلئے روانہ ہوئے جن میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بھی شامل تھے راستہ میں لوگوں نے فرمائش کی کہ اے خوات کچھ اشعار ترنم سے سناؤ میں نے اشعار سنائے کچھ لوگوں نے فرمائش کی کہ ضرار شاعر کے اشعار سناؤ، حضرت عمر فاروقؓ بولے خوات کو اپنے دل کی آرزو (اپنے اشعار) سنانے دو۔ چنانچہ میں ساری رات اشعار سناتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہونے لگی تو حضرت عمرؓ بولے اے خواتؓ! اب اپنی زبان روک لو کیوں کہ اب صبح ہو رہی ہے (کنز العمال ج ۵ ص ۲۲۸)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ قرآن وحدیث کے علوم میں طویل عرصہ منہمک رہتے، پھر تفریح طبع کیلئے اپنے ساتھیوں سے فرماتے آؤ منہ کا ذائقہ تبدیل کریں، ان روایات سے معلوم ہوا کہ فرصت کے لمحات میں مثلاً سفر وغیرہ میں اگر اچھے اشعار کی ذریعہ تفریح طبع حاصل کیا جائے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کمافی الفتاوی الھندیہ (قوله: و منهم من قال بجواز التغني لدفع الوحشة اذاكان وحده ولا يكون على سبيل اللهو واليه مال شمس الائمة السرخسي انشاد ماهو مباح من الا شعار لاباس به فتاوى هنديه ۵/ ۳۵) بلکہ تفریح کے لئے جائز سفر کی بھی گنجائش ہے (رفیق سفر از حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ ص ۷)

بغرض تفریح موسیقی سننا سنانا :-

سب سے پہلے گانے کے تاریخی پس منظر بیان کیا جاتا ہے، اس کے بعد اس کی شرعی حیثیت تفصیلاً بیان کی جائے گی۔

ماضی مین غنا(گانا) کی جڑوں کو تلاش کرنے کیلئے ہمیں ماقبل کی تاریخ میں جانا پڑے گا کہ جب انسان نے اس فن کو اپنے حزن اور سرور پر مبنی احساسات کے بیان کا ذریعہ بنایا شروع میں یہ فن منظوم کلام کی صورت میں تھا جس سے سوار اپنی سواریوں کو بہتر طور پر چلانے کے لئے، مسافر اپنے طویل سفر کی طوالت کا احساس اور تھکاوٹ دور کرنے کے لئے، کسان کھیتوں میں کام کرتے وقت اپنی تھکن کو اتارنے کی خاطر چرواہے اپنے گلہ کی راہنمائی کے لئے استعمال کیا کرتے تھے اس موقع پر اس فن کے استعمال میں لہو کا عنصر شامل نہیں تھا لیکن جب حکومتیں قائم ہوئیں اور امرآء وحکام دنیا کی عیش وعشرت میں غرق ہو گئے تو فن کا ایک نیا دور شروع ہوا جو لہو ولعب کا تھا جب بیوت الغناء قائم ہوئے زندگی نے اپنا مقصد کھونا شروع کر دیا اور وقت جیسا عظیم سرمایہ ضائع ہونے لگا پھر غناء آمدنی کا ایک ذریعہ بننا شروع ہوا یہاں تک کہ مغنیہ کنیزوں کی خرید وفروخت اور گانے کا فن ایک سودو تجارت اور ذریعہ آمدنی بن گیا حتی کہ عام مجالس میں بھی غناء سے صرف لہو ولعب کے لئے استفادہ ہونے لگا۔

مورخین کے ہاں عالم لہو اور غناء کی دنیا سے متعلق خاص طور پر اموی اور عباسی دور کے خلافتوں میں غناء اور لہو پر مبنی بہت سارے واقعات ملتے ہیں ڈاکٹر حسن ابراھیم حسن نے اپنی کتاب (تاریخ الاسلام) مجالس الطرب والغناء کے تحت لکھتے ہیں کہ غناء اور موسیقی ظہور اسلام سے پہلے عربوں کیلئے کوئی اجنبی موضوع نہیں تھا ان کا آنا جانا، قیصر وکسری کے محافل میں تھا جہاں پر وہ غناء کی فن آوریوں کا مشاہدہ کر تی تھے اور خود ان کے معاشری میں بھی یہ فن رائج تھا جب دین اسلام ظہور پذیر ہوا تب بھی اہل عرب تلاوت قرآن اور اذان کی موقع پر اچھی آواز کے اثرات سے غافل نہیں تھے۔ اور یہ حالت اسی طرح خلفاء راشدین کے زمانہ تک قائم رہی جن کا اکثر وقت اسلام پھیلانے اور جہاد میں گذرا یہاں تک کہ خلافت امویوں کے ہاتھ میں آگئی اس دور میں غزل کہنے والے شعراء نے بہت نام ونمود پیدا کیا، اس زمانے کے مشہور سعاء غزل میں ہمیں عمر بن ربیعہ اور قیس بن ضریح کے نام واضح نظر آتے ہیں۔ جن کے اشعار نے عام وخاص میں مقبولیت حاصل کی۔

اموی اور عباسی امرآء نے اپنی مجالس کی نظام کو اہل فارس کے طور طریقوں کے مطابق ڈھالا۔(تاریخ الاسلام ۱۰/۱۹۸۲،۱۹۸۳)

تخریبی تفریحات :-

جو تفریحات فرد، معاشرے یا دین اور اخلاق کے لئے مضر ہوں اسلام ان کی اجازت نہیں دیتا، چنانچہ تفریح طبع کیلئے کسی ذی روح کو تکلیف پہنچانا، بے بس انسانوں کو درندوں کے سامنے ڈالنا، مرغ بازی قطعاً حرام ہے اسی طرح رقص وسرود غناء(موسیقی) بھی درحقیقت ان ہی تفریحات میں سے ہیں جو تخریبی ہیں اور فرد و معاشرے دونوں کیلئے سخت مضر ہیں اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ٹکراؤ رکھتے ہے(اسلام اور موسیقی ص ۵۲)

غناء اور موسیقی کی شرعی حیثیت :-

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل الله (سورہ لقمان:٦) اور کوئی انسان ایسا بھی ہے جو اللہ تعالی سے غافل کرنے والی باتیں خرید تا ہے تا کہ اللہ کے راہ سے بے سمجھے بوجھے دوسروں کو گمراہ کرے لھوالحدیث سے عموماً غناء اور موسیقی سمجھی گئی ہے کما فی الروح وفی الا یة عند الا کثرین ذم الغناء باعلی صوت (روح المعانی ١١/ ٦٨)

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قسم :-

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ یہاں بیان ہورہا ہے ان بدبختوں کا جو کلام الٰہی کو سن کر نفع حاصل کرنے سے باز رہتے ہیں اور بجائے اس کے گانے بجانے، باجے گاجے، ڈھول تماشے سنتے ہیں چنانچہ اس کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں قسم اللہ کی ذات پر، اس سے مراد گانا اور راگ ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو اپ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ اس سے مقصد گانا اور راگ ہے یہی قول حضرت عبداللہ بن عباسؓ، جابر بن عبداللہؓ مجاھدؒ عکرمہ سعید بن جبیرؒ وغیرہ کا ہے ایک قول یہ بھی ہی کہ لغویات خریدنے سے مراد گانے والی لونڈیوں کی خریداری ہے۔ چنانچہ ابن ابی حاتم میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ گانے والیوں کی خرید وفروخت حلال نہیں اور ان کی قیمت کا کھانا حرام ہے (ابن کثیر ج:٤ ص ١٨٨)

اسی طرح قرآن مجید کے ایک دوسری ایت میں ارشاد باری تعالی ہے والذین لا یشھدون الزور و اذا مرو اباللغو مروا کراما (الفرقان / ٢) اور جو لوگ شامل نہیں ہوتے جھوٹے کام میں اور جب گذرتے ہیں کھیل کی باتوں پر نکل جائیں بزرگانہ (عثمانی)

لغو کی تعریف اور شرعی مفہوم :-

لغو کہتے ہیں ہر اس حرکت کو جو عبث، بے حاصل اور لایعنی ہو آخرت یا صرف دنیاوی اعتبار سے اللغو ما لا یعنیه من قول او فعل (کشاف) اللغو هو الفعل الذی لا فائدة فیه، (جصاص) زندگی بڑی قیمتی چیز اور اہم حقیقت ہے۔ مسلمان کی شان یہ نہیں کہ ایک لمحہ بھی کسی غیر مفید بات کی طرف توجہ کرے۔ سیر وتفریح، مشاغل نشاط، جس حد تک صحت جسم اور انبساط قلب کیلئے ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا شمار لغو میں نہیں، لغو کا ادنی درجہ مباح ہے مگر ترک اس کا اولی ہے اور موجب مدح ہے۔ لغو کا اعلی درجہ معصیت ہے اور اس کا ترک واجب ہے، امام رازیؒ نے فرمایا ہے کہ ہر لغوبات سے بچنے کا ذکر جو خشوع صلوۃ معاً بعد اور حکم زکوۃ سے قبل ہی لے آیا گیا ہے، اس کا راز یہ ہے کہ لغوبات سے اجتناب صلوۃ کی عین تکمیل کرنے والا ہے (تفسیر ماجدی ص ٦٩٥)

حضرت علامہ عبدالحی الکنویؒ نے لغو اور لہو میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں **الفعل الاختیاری الصادر عن المکلف ان لم یترتب علیه فائدة دینیة او دنیوی . فهو دائر بین العبث و اللهو و اللعب ولم یفرق بین هذه الثلاثة فی کتب اللغة و الحق الفرق فالعبث هو الذی لیس فیه لذة ولا فائدة و اماالذی فیه لذة بلا فائدةفهو لعب ومثله اللهو الا ان فیه**

زیاد حظ النفس بحیث یشغل به عما یهمه والکل حرام لانها لم تذکر فی القرآن الا علی طریق الذم (مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۲۶۶) بندہ کی وہ اختیاری فعل جس میں نہ دنیاوی فائدہ ہو نہ اخروی وہ یا عبث ہوگا یا لعب ولہو، جس فعل میں نہ لذت ہو اور نہ کوئی فائدہ وہ عبث ہے اور جس میں لذت ہو اور فائدہ نہ ہو وہ لعب ہے اور اگر وہ اصلی مقصد سے غافل کرنے والا ہو اور حظ نفس کی طرف رجحان ہو تو اس کو لہو کہتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ اور مجاہدؒ اور محمد بن الحنفیہؒ وغیرہ نے زور کی تفسیر غناء گانے بجانے سے کی ہے (ماجدی ص ۴۴۲)

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے (لهو الحديث هو الغناء واشباهه)

یعنی اس سے مراد گانا اور اس کے مشابہ چیزیں ہے۔ گویا ہر بےکار اور غیر مفید مشغلہ اس کے تحت میں داخل ہے جو حق کی طرف سے غفلت، بے رغبتی، پیدا کرنے والا ہو۔

غزل، شوقیانہ شاعری، افسانہ نویسی، غزلیات، مضحکہ خیز گفتگو، مزاحیہ خاکے وغیرہ سب اسی میں داخل ہیں کما فی البیضاوی (اللهو مايلهي عما يعني كالاحاديث التي لا اصل لها والأساطير التي لا اعتبار بها والمضاحك وفضول الكلام

اور اس کی تائید آیت مذکورہ کی شان نزول سے ہوتی ہے کہ جاہلیت میں ایک شخص نضر بن حارث نامی تھا۔ آس پاس کے ملکوں کی سیاحت کرتا تھا وہاں سے جاہلی لٹریچر کی اعلی درجہ کی کتابیں لاتا۔ ایران کے بہادروں کے افسانے، حیرہ کے بادشاہوں کے قصے پڑھ کر سناتا اور کہتا جی ان میں لگاؤ قرآن کے وعظ میں کیا رکھا ہے ہمراہ کوئی حسین چھوکری بھی رکھتا عملی دل بہلاوے کیلئے شراب وکباب کی ساتھ اس کی پیش کش بھی کرتا رہتا یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ غزل اور شوقیانہ شاعری جس میں محبوبات اور حسیناؤں کا ذکر اور تذکرہ ہو اور اس میں شراب وکباب کی مستی اور مدح آرائی ہو اس کا سماع بھی ناجائز اور ممنوع ہے کما فی القرطبی قلت ومن الغناء ما ينتهي سماعه الى التحريم وذلك كالا شعار التي فيها صور المحسنات والخمر وغير ذلك مما يحرك الطباع ويخرجها عن حدالاعتدال اويثير كا منا من حب اللهو۔ قرطبی ج ۱۴ ص ۵۴

سینما بینی اور فلم بینی شریعت کی نظر میں :-

سینما اور فلم سے وابستہ افراد فن کے نام پر تعفن اور ثقافت کے نام پر کثافت۔ اور کلچر کے نام پر لچر پن کو فروغ دے رہے ہیں یہ سارے خدا اور آخرت کی طرف سے غافل کرنے کے لئے گھڑ لئے گئے ہیں۔ اسی طرح تھیٹر، پکچر، گیلری وغیرہ نیز ادبیات اور شعر کا وہ بہت بڑا ذخیرہ جو آج آرٹ کے نام پر پرفخر کارنامہ کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے یہ سب لہو باطل اور حرام اور ناجائز ہے اس لئے کہ سینما میں بہت سے باتیں غیر مشروع شامل ہیں مثلاً، گانا بجانا۔ غیر محرم صورتیں، رقص، عریاں مناظر۔ اور ان باتوں کے علاوہ اس کی مجموعی کیفیت لہو ولعب اور تہیج جذبات شہوانیہ اس کا ادنی نتیجہ ہے۔ ان وجوہ سے سینما دیکھنا جائز نہیں (کفایت المفتی ج: ۱۹۱/۸)

فوٹوگراف کا شرعی حکم :-

فوٹوگراف اگر صحیح غرض کے لئے استعمال کیا جائے اور اس کے ریکارڈ میں کوئی ناجائز چیز نہ بھر دی گئی ہو تو جائز ہے مگر اکثر اس کا استعمال لہو ولعب کے طور پر ہی کیا جاتا ہے۔ (کفایت المفتی ج، ص ۱۹۱)

بائسکوپ اور سرکس کی شرعی حیثیت :-

بائسکوپ محض لہو ولعب ہے، سرکس میں آدمیوں اور جانوروں کے ورزشی کرتب دکھائے جاتے ہیں، بائسکوب ناجائز اور سرکس اگر باجے وغیرہ منہیات سے خالی ہو تو مباح ہے (کفایت المفتی ج:۸ ص/۱۹۶)

تنہائی میں دل بہلانے اور دفع وحشت کے لئے اشعار سننا اور پڑھنا :-

جو گانا محض دل بہلانے یا بہ اصطلاح فقہاء محض دفع وحشت کے لئے ہو اور اس میں کسی محبوبات اور آمارد کی مدح نہ ہو بلکہ اس میں بادو بہار برگ وگل اور آب روان کے حسن وجمال کو بیان کیا گیا ہو تو مباح ہیں اور محض شعر ہونے کی وجہ سے حرام نہیں البتہ یہ اشعار بھی جب موسیقی کے ساتھ گائے جائے تو ممنوع ہیں یہ اگرچہ مواعظ وحکم سے پر ہو، اور ممانعت کی وجہ موسیقی ہوگی نہ شعر گوئی جیسا کہ درمختار میں ہے التغنی لنفسہ لدفع الوحشة لا باس به عند العامة علی ما فی العنایة وصححه العینی والیه ذهب شمس الائمة السرخسی (روح المعانی ج۱۱ ص ۶۸)

لیکن خود صاحب روح المعانی اسکے خلاف ہیں جیسا کہ وہ ارقام فرماتے ہیں (اما التغنی لنفسه بالاشعار لدفع الوحشة او فی الاعیاد والاعراس فا ختلفو افیه والصواب منعه مطلقاً فی هذالزمان (روح المعانی ج ۱۱ ص۶۸)

شادی بیاہ کے مواقع پر اظہار فرح ومسرت کے لئے دف بجانا :-

دنیا کی ہر قوم میں شادی بیاہ کے مواقع پر خویش واقارب اور دوست واحباب کی طرف سے مسرت وخوشی کا اظہار ہوتا ہے اس میں کھانا پینا، ناچ گانے اور دوسری بہت سی لغویات شامل ہیں، اسلام نے خوشی کے اظہار کے ناپسندیدہ طریقوں کو ختم کیا، شادی میں سادگی کو رواج دیا، اسکی جائز حدود میں خوشی کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ اپنے نکاح کی تفصیل بیان کرتی ہے کہ میں لکڑی کے گھوڑے پر سوار اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں، میری والدہ ام رومان نے مجھے آواز دی مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کس لئے بلا رہی ہیں، میں گھر گئی وہاں پر انصار کی کچھ عورتیں موجود تھیں۔ انھوں نے خیر وبرکت اور خوش قسمتی کی دعائیں دیں، میری ماں کے کہنے پر انھوں نے میرا سر دھویا اور آراستہ وپیراستہ کیا، اتنے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور مجھے آپ ﷺ کے حوالہ کر دیا گیا۔

شادی بیاہ کے موقع پر عورتوں کا جمع ہونا:-

شادی بیاہ کے کاموں میں عورتوں کو مردوں سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اس کی رعایت کی ہے۔ امام نوویؒ نے اس سے بعض باتوں کا استدلال کیا ہے ایک یہ کہ دلہن کو پاک صاف اور شوہر کیلئے آراستہ کرنا مستحب ہے دوسرے یہ کہ اس مقصد کیلئے عورتوں کا جمع ہونا بھی مستحب ہے فرماتے ہیں کہ شریعت نے اعلان نکاح کا حکم دیا ہے، یہ اسی میں شامل ہے ان کے شرکت کا فائدہ یہ ہے کہ دولہن کی گھبراہٹ کو دور کرتی ہے اور اس کے اندر انس پیدا کرتی ہیں اور اسے شوہر سے ملاقات اور صحبت

کے آداب سے روشناس کراتی ہیں مسلم کتاب النکاح (بخاری) کتاب النکاح باب النسوة التی یھدین المرأة اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ شادی میں نغمہ اور دف بجانے کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے محمد بن حاطب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فصل مابین الحلال و الحرام الدف و الصوت فی النکاح (بخاری کتاب النکاح باب ذھاب النساء والصبیان الی العرس)

حدیث کا منشاء یہ ہے کہ نکاح پوشیدہ طریقہ سے نہیں بلکہ اعلانیہ ہونا چاہئے، اور دور نزدیک کے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ فلاں مرد اور عورت کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہے۔ اسکی ایک صورت دف بجانا اور مباح شعر ونغمہ کا پڑھنا اور دولہا دلہن کو مبارک باد دینا اور خوشی کا اظہار کرنا بھی ہے کما فی الفقہ الاسلامی قولہ ولا باس با لغناء المباح او الغزل البریٔ غیر المخصص فی العرس لما روی ابن ماجة عن عائشة انها زوجت یتیمة رجلاً من الانصار و کانت عائشة فیمن اهداها الی زوجها قالت فلما رجعنا قال لنا رسول الله ﷺ ما قلتم یا عائشة ؟ قالت سلمنا ودعونا بالبرکة ، ثم انصرفنا فقال : ان الانصار قوم فیهم غزل ، الا قلتم ، اتیناکم ، اتیناکم ، فحیا ناوحیاکم (الفقه الاسلامی و ادلته ج۷/ص ۱۲٤) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص کا نکاح ہوا، دلہن کو میں نے رخصت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ کیا تمہارے پاس کھیل کود کا سامان نہیں تھا؟ انصار کو کھیل پسند ہے (تحفۃ الاحوذی ۲/۱۷)

تنبیہ:- دف بجانے کی مشروعیت کیلئے دو قسم کی شرائط ہیں

(۱) دف بجانے والے بالغات نہ ہو اس کے ساتھ مزامیر اور موسیقی نہ ہو۔ اور نہ عشقیہ مضامین پر مشتمل ہو جن سے جنسی تہیج پیدا ہو جائے کما فی المرقات قولہ فجعلت جویریات یضربن با الدف قیل تلك البنات لم یکن بالغات خد الشھوة و کان دفهن غیر مصحوب باالجلا جل وفیه دلیل علی جواز ضرب الدف عند النکاح والزفاف للا علان (مرقات ۶/۳۰۱)

شادی بیاہ کے موقع پر بعض اوقات جذبات پر قابو نہیں ہوتا غلط اور ناجائز باتوں کا بھی ارتکاب ہو جاتا ہے اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ مسرت اور خوشی کا اظہار حدود کے اندر رہنا چاہیئے، کسی حال میں بھی حدود سے تجاوز کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ ربیع بنت معوذ بن عفرآ فرماتی ہیں کہ جس روز میری رخصتی ہو رہی تھی رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور جس فرش پر میں بیٹھی تھی اسی پر تشریف فرما ہوئے لڑکیاں دف کے ساتھ گا کر بدر کے ہمارے شہداء کا ذکر کرنے لگیں، اسی میں ایک لڑکی نے کہا وفینا یعلم مافی غد ہماری درمیان ایسے نبی موجود ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں، آپ نے فرمایا اسے ختم کر دو وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں (صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح)

بغرض تفریح قوالی کی محافل اور مجالس آرائی کا شرعی حکم :-

جو گانا لوگوں کے سنانے کے لئے جشن عید وغیرہ کے علاوہ ہو خصوصا جو قوالی کی محفلیں مسجدوں اور خانقاہوں میں مجمع فساق کے ساتھ ہوا کرتی ہیں اور جنہیں عبادت سمجھ کر گائی جاتی ہے وہ تو زیادہ قابل ملامت ہیں۔

وصاحب الهدایة و الذخیرة سمیاه کبیرة هذا فی التغنی للناس فی غیر الاعیاد والاعراس ویدخل فیه تغنی صوفیة زماننا فی المساجد و الدعوات بالاشعار و الاذکار مع اختلاط اهل الاهواء و المرد بل هذا اشد من کل تغن

لانه مع اعتقاد العبادة (روح المعانی ج۱۱ص۶۹) اور تفسیر قرطبی میں ہے فاما بتدعه الصوفية اليوم من الادمان على سماع المغاني با لآلات المطربه من الشبابات والطار والمعازف والاوتار فحرام (قرطبی ۱۴ص۳۸)

بلکہ اس تواجد و تراقص کا شمار تو علامات زندقہ میں سے کیا گیا ہے اور اس کا جائز سمجھنا حد و دکفر میں داخل ہو جاتا ہے جیسا کہ روح المعانی میں ہے قوله واماما ابتدعته الصوفية فی ذالك فمن قبيل ما لا يختلف فی تحريمه لكن النفوس الشهوانيه غلبت على كثير ممن ينسب الى الخيرحتى لقد ظهرت فی كثيرمنهم فعلات المجانين والصبيان حتى رقصوا بحركات متتابعة وتقطيعات متلا حقه وانتهى التواقع منهم بقوم الى ان جعلوها من باب القرب وصالح الاعمال وان ذالك يثمر سئى الاحوال وهذا على التحقيق من آثار الزندقة (روح المعانی ج۱۱ص۷۱،۷۲)

اسلامی تہواریں عیدالفطر اور عیدالاضحٰی کے موقع پر اظہار تفریح :-

کسی بھی قوم کے تہوار اس کی تہذیب، معاشرت اور عقائد و افکار کا ترجمان ہوتے ہیں، ان تہواروں میں پورے قوم اجتماعی طور پر خوشی مناتی اور اپنے جذبات کا اظہار کرتی ہے، ایرانیوں کے دو اہم تہوار، نوروز اور مہرجان تھے ان کے زیر اثر مدینہ میں بھی یہ تہوار منائے جاتے تھے اسلامی نقطہ نظر سے یہ تہوار غلط تھے مسلمان انہیں نہیں منا سکتے تھے جیسا کہ حاشیہ طحطاوی میں ہے **النيروز الذی كان اصله نوروز معناه اليوم الجديد فنو بمعنى الجديد وروز بمعنى اليوم وهو يوم فی طرف الربيع وهواليوم الذی تحل فيه الشمس برج الحمل والمهرجان معرب مهرگان وهو يوم فی طرف الخريف لان فيه تعظيم ايام نهينا عن تعظيمها المراد منه اول يوم حلول الشمس فی الميزان وهذاليوم والذی قبله عيدان للفرس** (طحطاوی ص۵۲۹)

اسلئے انہیں تبدیل کر دیا گیا اور عیدالفطر اور عیدالاضحٰی مسلمانوں کے تہوار قرار پائے حضرت آنس بن مالکؓ فرماتے ہیں كان لاهل الجاهلية يومان فی كل سنة يلعبون فيهما فلما قدم النبی ﷺ المدينة قال كان لكم يومان تلعبون فيهما وقد ابدلكم الله بهماخيراً منهما يوم الفطرويوم الاضحى (بخاری كتا ب العيدين باب سنة العيدين لاهل الاسلام اہل جاہلیت کے سال میں دو دن تھے جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے (اور خوشی مناتے تھے)، رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو فرمایا کہ تمہارے دو دن ایسے تھے جن میں تم کھیل کود کر خوشی مناتے تھے اللہ تعالی نے ان کے عوض ان سے بہتر دو دن تمہیں عطاء کئے ہیں وہ ہیں یوم الفطر اور یوم الاضحٰی، جاہلیت کے تہواروں میں کھیل کود کے ذریعہ بھی خوشی کا اظہار ہوتا تھا اس میں کوئی قباحت نہیں تھی اس لئے اس کی گنجائش رکھی گئی احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عید کا دن تھا کہ انصار کی کچھ لڑکیاں میرے پاس بیٹھی دف بجا کر گا رہی تھیں وہ با قاعدہ مغنیات نہیں تھیں بس خوش الحانی سے پڑھ رہی تھیں اور جنگ بعاث میں انصار کے کارنامے بیان کر رہی تھیں، اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں شیطان کی آواز؟ اس وقت حضور ﷺ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے فرمایا ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے یہ ہماری عید کا دن ہے انہیں خوشی کا اظہار کرنے دو۔

اور فتاوی ھندیہ میں ہے ولا باس بضرب الدف یوم العید کذا فی خزانة المفتیین /ھندیہ ج ٥ ص ٣٢٤)

حضرت عائشہؓ ہی کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ عید کے دن حبشہ کے لوگ مسجد میں نیزوں اور بھالوں کے ذریعہ کھیل کا مظاہرہ کررہے تھے رسول اللہ ﷺ سے میں نے درخواست کی یا آپ ہی نے دریافت کیا کہ کیا تم یہ کھیل دیکھوگی؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے مجھے اپنے پیچھے اس طرح کھڑا کرلیا کہ میرا رخسار آپ ﷺ کی رخسارؓ مبارک سے لگا ہوا تھا۔ جب میں تھک گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا جی بھر گیا؟ میں نے عرض کیا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تو جاؤ

ابن حبان کی روایت میں ہے لما قدم وفد الحبشة قامو یلعبون فی المسجد جب حبشہ کا وفد آیا تو یہ لوگ مسجد میں کھیل کود کا مظاہرہ کرنے لگے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حبشہ کے لوگ عموماً کھیل کا مظاہرہ کیا کرتے تھے (فتح الباری ج ۲ ص ۴۴۳)

ایک اور روایت میں ہے **لما قدم رسول اللہ ﷺ المدینة لعبة الحبشة لقدومه فرحا بذلک لعبوا بحرابھم** جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حبشہ کے لوگوں نے اس خوشی میں کھیل کا مظاہرہ کیا انہوں نے اپنے نیزوں سے اسکا مظاہرہ کیا

حضرت عمرؓ نے مسجد میں کھیل کود کا مظاہرہ کرنے والوں کو اس سے منع کرنے کیلئے ان پر کنکریاں پھینکیں آپ نے فرمایا دعھم یاعمر یعنی انھیں کھیل جاری رکھنے دو منع مت کرو۔

اوپر کی روایت میں ہے کہ آپ نے حبشیوں کی ہمت افزائی کرتے ہوئے فرمایا دونکم یا بنی ارفدہ اے بنی ارفدہ (حبش کے لوگوں کا لقب ہے) اسے جاری رکھو (بخاری کتاب العیدین باب الحراب والدرق یوم العید)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (لتعلم الیھود ان فی دیننا فسحة انی بعثت بحنفیة سمحاء/ فتح الباری ج ٣/ ص ٤٤٤) یہود کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے دین میں وسعت ہے اور یہ کہ اللہ نے مجھے دین حنیف دے کر بھیجا ہے جس میں آسانی اور سہولت ہے، مطلب یہ ہے کہ جو خشکی یہود کے ہاں ہے اس سے دین حنیف کا مزاج میل نہیں کھاتا اسوقعہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حبشیوں نے اپنے فن کا مظاہرہ مسجد جیسی مقدس جگہ میں کیا۔

ویلنٹائن ڈے اظہار تفریح یا یوم اوباشی :-

مغربی ذرائع ابلاغ کی تعلیمات وہدایات کے زیر اثر ہمارے ہاں تواتر سے طبقہ اشراف سے تعلق رکھنے والا ایک جنونی گروہ پروان چڑھ رہا ہے جس نے تہذیب مغرب کی اندھی نقالی کو ہی اپنا ایمان بنا رکھا ہے اپنے آپ کو ماڈرن سمجھنے اور دکھانے کا انہوں نے واحد اسلوب ہی یہ سمجھ رکھا ہے کہ اہل مغرب سال بھر میں جو تقریبات منائیں، ان کے قدم بہ قدم بلکہ سانس بہ سانس اس شاغلانہ ہنگامہ آرائی میں دیوانہ وار شامل ہوجائیں۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ آخر مغربی تہواروں کا پس منظر کیا ہے؟ ان کیلئے تو بس یہی امر کافی ہے کہ وہ (سی این این) یا کسی اور ذرائع ابلاغ پر ایک جھلک دیکھ لیں یا معمولی سی خبر سن لیں کہ فلاں تاریخ کو مغرب کی جدید جوان نسل کوئی تہوار منا رہی ہے۔ اس جدیدیت گزیدہ طبقہ کو کوئی نہ کوئی تہوار منانے کا کوئی بہانہ چاہیئے، نہ یہ ہندؤں کے دیوالی، ہولی اور بسنت کے تہواروں کو معاف کرتے ہیں، نہ عیسائیوں کے کرسمس یا دیگر تہواروں میں شریک ہونے میں کوئی عیب سمجھتے ہیں۔ بظاہر یہ مسلمانوں کی اولاد ہیں لیکن مسلمانوں کے اصل تہوار

(عیدین) کے موقعوں پر ان کے جذبات میں کوئی خاطر خواہ تحریک ہوتی ہے نہ انہیں منانے میں کوئی لطف آتا ہے۔ بلکہ ان اسلامی تہواروں کو تو وہ عامی مسلمانوں کا ہی تہوار سمجھتے ہیں جن میں شریک ہونا ان کی کھوکلی اشرافیت اور سطحی جدیدیت کے تقاضوں کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ان شریف زادوں کے روشن دماغ میں یہ سوال کبھی نہیں ابھرتا کہ گلوبل کلچر میں ان کی شرکت یکطرفہ اور غلامانہ کیوں ہے تقریبات منانے کے شغل کو یہ وسعت ظرفی اور روشن خیالی سمجھتے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے ممدوح اہل مغرب سے بھی بڑھ کر وسیع المشرب اور روشن خیال ہیں کیونکہ انہوں نے تو کبھی مسلمانوں کے تہواروں میں اس جوش وخروش سے حصہ نہیں لیا۔

جس ویلنٹائن ڈے کو منا منا کر ہمارے بعض (محبت کے متوالے) ہلکان ہوتے رہے ہیں وہ (تقریب شریف) تو اہل مغرب کیلئے بھی بدعت جدیدہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ماضی میں یورپ میں بھی اس کو منانے والے نہ ہونے کے برابر تھے۔اس دن کے متعلق مغربی ذرائع ابلاغ بھی اس قدر حساس نہیں تھے اگر کوئی بہت اہم یا ہر دلعزیز تہوار ہوتا تو انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا میں اس کا ذکر محض چند سطور پر مبنی نہ ہوتا جہاں معمولی معمولی واقعات کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا میں سینٹ ویلنٹائن کے متعلق چند سطریں تعارف کے بعد ویلنٹائن ڈے کے متعلق تذکرہ محض ان الفاظ میں ملتا ہے (سینٹ ویلنٹائن ڈے کو آجکل جسطرح عاشقوں کے تہوار کے طور پر منایا جاتا ہے یا ویلنٹائن کارڈز بھیجنے کے جو نئے روایت چل نکلی ہے، اسکا سینٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق یا تو رومیوں کے دیوتا اوپر کالیا کے حوالے سے 15 پندرہ فروری کو منائے جانے والے تہوار بار آوری پرندوں کے ایام اختلاط سے ہے۔

گویا اس مستند حوالہ کی کتاب کے مطابق اس دن کو سینٹ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔بعض رومانیت پسند ادیبوں نے جدت طرازی فرماتے ہوئے اس کو خواہ مخواہ سینٹ ویلنٹائن کے سر تھوپ دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ یورپ نے ماضی میں کبھی بھی اس تہوار کو قومی یا ثقافتی تہوار کے طور پر قبول نہیں کیا البتہ آج کے یورپ کے روایت شکن جنونیوں کا معاملہ الگ ہے۔

ایک اور انسائیکلو پیڈیا (بک آف نالج) میں اس دن کے بارے میں نسبتاً زیادہ تفصیلات ملتی ہیں مگر وہ بھی تہائی صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں اس کی پہلی سطر رومان انگیز ہے۔۱۴ فروری محبوبوں کے لئے خاص دن ہے اس کے بعد وہی پرندوں کے اختلاط کا ملتا جلتا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے (ایک وقت تھا کہ اسے سال کا وہ وقت خیال کیا جاتا تھا جب پرندے صنف مواصلت کا آغاز کرتے ہیں اور محبت کا دیوتا نوجوان مردوں اور عورتوں کے دلوں پر تیر برسا کر انہیں چھلنی کرتا ہے۔بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ انکے مستقبل کی خوشیاں ویلنٹائن کے تہوار سے وابستہ ہیں

اس انسائیکلو پیڈیا مین ویلنٹائن ڈے کا تاریخی پس منظر یوں بیان کیا گیا ہے ویلنٹائن ڈے کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا آغاز رومی تہوار لوپر کالیا کی صورت میں ہوا۔قدیم رومی مرد اس موقع پر اپنی دوست لڑکیوں کی تصاویر اپنی قمیصوں کی آستینوں پر لگا کر چلتے تھے بعض اوقات یہ جوڑے تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے بعد میں جب اس تہوار کو سینٹ ویلنٹائن کے نام سے منایا جانے لگا تو اس کی بعض روایات کو برقرار رکھا گیا۔اسے ہر اس فرد کے لئے اہم دن سمجھا جانے لگا جو رفیق یا رفیقہ حیات کی تلاش میں تھا۔

سترہویں صدی کی پرامید دوشیزہ سے یہ بات منسوب ہے کہ ماس نے ویلنٹائن والی شام کو سونے سے پہلے اپنے تکیے کے ساتھ پانچ پتے ٹانکے۔اس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے وہ خواب میں اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھ سے گی۔ بعدازاں لوگوں نے تحائف کی جگہ ویلنٹائن کارڈز کا سلسلہ شروع کیا۔

اس دن کے پس منظر میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں ویلنٹائن نام کے ایک پادری تھے جو ایک راہبہ کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے۔ چونکہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لئے نکاح ممنوع تھا اس لئے ایک دن ویلنٹائن صاحب نے اپنی معشوقہ کی تشفی کیلئے اسے بتایا کہ اسے خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ۱۴ فروری کا دن ایسا ہے کہ اسمیں اگر کوئی راہب یا راہبہ صنفی ملاپ بھی کرلیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کیا اور دونوں جوش عشق میں سب کچھ کرگزرے۔

کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اڑانے پر ان کا وہی حشر ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے یعنی انہیں قتل کردیا گیا۔ بعد میں کچھ منچلوں نے ویلنٹائن صاحب کو (شہید محبت) کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے انکی یاد میں یہ دن منانا شروع کردیا چرچ نے ان خرافات کی ہمیشہ مذمت کی اور اس کو جنسی بے راہ روی کی تبلیغ پر مبنی قرار دیا یہی وجہ ہے کہ گذشتہ سال بھی عیسائی پادریوں نے اس دن کی مذمت میں سخت بیانات دیئے۔ بنکاک میں تو ایک عیسائی پادری نے بعض افراد کو لے کر ایسی دکان کو نذر آتش کردیا جس پر ویلنٹائن کارڈ فروخت ہورہے تھے۔

آجکل یورپ وامریکہ میں ویلنٹائن ڈے کیسے منایا جاتا ہے اور اس کے منانے والے دراصل کون ہیں؟ اس کی تفصیلات جاننے کے بعد اس دن کو محض یوم محبت سمجھنا درست نہیں ہے۔ یہ تہوار ہر اعتبار سے یوم اوباشی یا یوم اباحیت کی صورت اختیار کرچکا ہے مغرب میں محبت کا تصور ومفہوم یکسر مختلف ہے۔ جس جذبے کو وہاں محبت کا نام دیا جاتا ہے، وہ درحقیقت بوالہوسی ہے مغرب کے تہذیبی اہداف میں جنسی ہوس ناکی اور جنسی باؤلے پن کی تسکین کی خاطر مردوزن کے آزادانہ اختلاط کو بھرپور ہوا دینا ہے۔ اس معاشرے میں عشق وفسق میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا ہے۔ مردوزن کی باہمی رضامندی ہر طرح کی شہوت رانی اور زناکاری وہاں (محبت) ہی کہلاتی ہے۔ اسی طرح ویلنٹائن ڈے منانے والوں کی جانب سے (محبت) کا لفظ جنسی بے راہ روی کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے (ماہنامہ محدث ج ۳۲ ش ۳ مارچ)

قدیم رومی کلچر ہوں یا جدید مغرب کا اسلوب جنسی پرستی ہوں۔ ان کا ہماری مذہبی تعلیمات تو ایک طرف، مشرقی کلچر سے بھی دور کا واسطہ نہیں ہے۔ قدیم روم میں اس تہوار کو (خاوند کا شکار) سمجھا جاتا تھا۔ ہمارے ہاں کسی عورت کے لئے مارکیٹ میں خاوند کی تلاش میں نکل کھڑے ہونا بے حمیتی اور بے غیرتی کی بات سمجھی جاتی ہے۔ ہمارے خاندانی نظام میں عورت کو جو احترام حاصل ہے اس کے پیش نظر اس کی شادی بیاہ کا اہتمام اس کے خاندان کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے ویلنٹائن ڈے ہر اعتبار سے یوم اوباشی ہے اس کا اصل مقصد مرد وعورت کے درمیان ناجائز تعلقات کو فروغ دینا ہے جو شرعاً ناجائز ہے ارشاد باری تعالی ہے۔ والذین لا یشھدون الزور الزور سے مراد ناجائز مجمع میں حاضری بھی لے لی گئی ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے (یدخل فیه اعیاد المشرکین ومجامع الفساق (ج ۲۴ ص ۴۸۵)